ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

حفاظتِ حدیثِ نبوی ﷺ: آغاز سے اختتام کا تحقیقی جائزہ

Preservation of the Hadith of the Prophet ﷺ: A Research Review from the Begning to the End

Arslan Mahmood
M.Phil Scholar, Department of Islamic Thoughts & Civilization, UMT Lahore.
Email: arslanmahmood@gmail.com
Mohammad Amjad
M.Phil Scholar, Institue of Islamic Studies, PU Lahore.
Email: amjadbajaur191@gmail.com
Ali Rizwan shahzad
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Email: alirizwanlhr@gmail.com
Usman Abbas
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, UET Lahore.
Email: raiusman678@gmail.com

Abstract:
This research review traces the preservation of the Hadith of the Prophet Muhammad ﷺ from the earliest period to the present day. The study examines the various methods and mechanisms employed by Muslim scholars and communities to collect, authenticate, and transmit Hadiths, including the roles of the Companions, Successors, and later Hadith scholars. The review analyzes the development of Hadith compilation, criticism, and classification, as well as the impact of historical events and intellectual trends on Hadith preservation. By exploring the meticulous efforts of Muslim scholars over the centuries, this review aims to demonstrate the integrity and reliability of the Hadith tradition, highlighting its significance as a source of Islamic knowledge and guidance.

Keywords: Preservation of Hadith, Compilation of Hadith, Time Period

اللہ تعالی نے قرآن مجید اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا، اور آپ ﷺ نے قرآن مجید کا ہر حکم امت کو پہنچا کر سمجھا دیا، بلکہ اس پر عمل کر کے پر عملی طور پر بھی سکھلا دیا۔ پھر آپ ﷺ کے شاگردوں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے تابعین کو اور تابعین نے تبع تابعین کو قرآن مجید اور سنت کی تعلیم دی، چناں چہ تعلیم و تعلم کا یہ مبارک سلسلہ آج تک ایسے ہی چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالی نے ہدایت کے لیے یہ طریقہ اختیار نہیں فرمایا کہ فرشتوں کے ذریعے اکیلی کتاب خانہ کعبہ میں اتار دی اور اعلان کر دیا کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اس کو پڑھ کر سمجھیں اور ہدایت حاصل کریں۔ بلکہ باقاعدہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے کتاب کی تعلیم دی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیغمبر کا اللہ تعالی اور امت میں واسطہ بننا انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اس کے بغیر نہ تو اللہ تعالی کی کتاب سمجھی جاسکتی ہے اور نہ ہی راہ راست کی ہدایت حاصل کی جاسکتی ہے۔ لہذا پیغمبر اور اس کی تعلیمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور جس طرح اللہ کی کتاب پر عمل کرنا ضروری ہے ایسے ہی پیغمبر ﷺ کی سنت اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے، کیونکہ ان کی تعلیمات اللہ کی کتاب ہی کی تشریح ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے کے لیے ان کا کسی بھی طرح کی تحریف و تغیر سے پاک ہونا ضروری ہے اس لیے کہ غیر محفوظ اور کمزور چیز دین کی بنیاد بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، چنانچہ آپ ﷺ کے مبارک زمانہ سے لیکر آج تک لاکھوں لوگوں نے قرآن و سنت کی حفاظت کو اپنا مشن بنا کر اپنی زندگیاں اسی کے ساتھ وابستہ کر دیں، اور امت کے لیے مکمل اور محفوظ دین کے حصول کو یقینی بنا دیا۔ البتہ کچھ لوگوں نے بزعم خویش خود کو قرآن مجید تک محدود کر لیا اور سنت رسول ﷺ کو نظر انداز کر دیا، ایسے لوگوں کے مختلف نظریات ہیں، ان میں سے زیادہ تر کا یہ کہنا ہے کہ احادیث رسول ﷺ غیر محفوظ ہیں، اس لیے کہ وہ قابل اعتماد ذرائع سے ہم تک نہیں پہنچیں اور نہ ہی ان کی حفاظت کا کوئی قابل قدر اہتمام کیا گیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی ہجری میں مدون کی گئیں، اس لئے یہ اعتماد نہیں ہے کہ وہ اسی صورت پر باقی رہی ہوں جیسے آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ لیکن یہ مغالطہ بالکل بے بنیاد ہے، اس لئے کہ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ حدیث کی حفاظت کا عہد رسالت

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

سے لے کر اب تک کیا اہتمام ہوا۔ اور اس وقت کسی کی بات کو محفوظ رکھنے کے ممکنہ ذرائع کیا ہو سکتے تھے، کیا ان سب ذرائع کو کام میں لایا گیا یا نہیں؟ ہمارا یہ دعوی ہے کہ شروع دن سے ہی وہ تمام طریقے قرآن وحدیث کی حفاظت کے لیے عمل میں لائے گیے ہیں، اور یہ بات بالکل واضح اور بدیہی ہے کہ انسان کو زندگی گذارنے کے جو اصول دیے گیے اور ایک دوسرے کی باتوں کو نقل کرنے اور ان پر اعتماد کرنے کے جو ذرائع عطا کیے گیے ہیں، اگر کوئی شخص ان پر اعتماد نہ کرے تو اس کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ذہنی طور پر نارمل شخص نہیں ہے، اور انسانی معاشرے کا صحت مند فرد نہیں ہے جو ان کے ساتھ رہنے کی پوری قابلیت رکھتا ہو۔

حفاظت حدیث کا راستہ صرف کتابت ہی نہیں بلکہ دوسرے قابل اعتماد ذرائع بھی ہیں، اور تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں حفاظت حدیث کیلئے اس وقت تین طریقے ممکن تھے۔ اور وہی ممکنہ تین طریقے استعمال کئے گئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

حفظِ روایت:

حفاظت حدیث کا پہلا طریقہ احادیث کو یاد کرنا ہے اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے انتہائی قابل اعتماد تھا، اہل عرب کو اللہ تعالی نے غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے، وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں تک کے نسب نامے ازبر یاد کر لیا کرتے تھے، ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار، ضرب الامثال اور واقعات حفظ ہوتے تھے[1]۔ اور بسا اوقات کسی بات کو صرف ایک بار سن کر یا دیکھ کر پوری طرح یاد کر لیتے تھے، تاریخ میں اس کیلیے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں سے ایک دو یہاں بیان کی جاتی ہیں:

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا غیر معمولی حافظہ:

حضرت جعفر بن عمرو الضمری بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبید اللہ بن عدی بن الخیار کے ساتھ حضرت وحشی سے ملنے گیا: قَالَ فَجِئْنَا حَتَّى وَقَفْنَا عَلَيْهِ بِيَسِيرٍ، فَسَلَّمْنَا، فَرَدَّ السَّلاَمَ، قَالَ وَعُبَيْدُ اللَّهِ مُعْتَجِرٌ بِعِمَامَتِهِ، مَا يَرَى وَحْشِيٌّ إِلاَّ عَيْنَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، فَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ يَا وَحْشِيُّ أَتَعْرِفُنِي قَالَ فَنَظَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لاَ وَاللَّهِ إِلاَّ أَنِّي أَعْلَمُ أَنَّ عَدِيَّ بْنَ الْخِيَارِ تَزَوَّجَ امْرَأَةً يُقَالُ لَهَا أُمُّ قِتَالٍ بِنْتُ أَبِي الْعِيصِ، فَوَلَدَتْ لَهُ غُلاَمًا بِمَكَّةَ، فَكُنْتُ أَسْتَرْضِعُ لَهُ، فَحَمَلْتُ ذَلِكَ الْغُلاَمَ مَعَ أُمِّهِ، فَنَاوَلْتُهَا إِيَّاهُ، فَلَكَأَنِّي نَظَرْتُ إِلَى قَدَمَيْكَ.[2] ترجمہ: کہتے ہیں کہ ہم وحشی کے قریب گئے اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا اس وقت عبید اللہ اپنا عمامہ سر پر اس طرح لپیٹے ہوئے تھے کہ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں وحشی کو اس سے زیادہ کچھ نظر نہیں آ رہا تھا کہ وہ ان کی آنکھیں اور پیر دیکھ رہا تھا آخر عبید اللہ نے پوچھا وحشی مجھے پہچانتے ہو؟ وحشی نے ان کو دیکھا اور کہا اللہ کی قسم! میں اتنا جانتا ہوں کہ عدی بن خیار نے ایک عورت ام قتال بنت ابی العیص سے شادی کی تھی ام قتال کے مکہ میں جب ایک لڑکا پیدا ہوا تو میں اس بچہ کے لیے ان کو تلاش کر رہا تھا کہ جب اچانک اس بچہ کو اس کی ماں کے پاس لے گیا اور وہ بچہ اس کو دے دیا میں نے اس کے دونوں پیر دیکھے تھے گویا اب بھی میں اس کے پاؤں دیکھ رہا ہوں۔

انتہائی بچپن کی حالت میں صرف پاؤں دیکھے تھے، چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ جو قوم اتنی معمولی باتوں کو اتنے وثوق کے ساتھ یاد رکھتی ہو وہ آنحضرت ﷺ کے اقوال و افعال یاد رکھنے کا کتنا اہتمام کرے گی جبکہ وہ انہیں اپنے لئے راہ نجات سمجھتے ہوں، خاص طور سے جبکہ آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ان کے سامنے آ چکا تھا کہ: عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَضَّرَ اللَّهُ امْرَأً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهُ كَمَا سَمِعَ، فَرُبَّ مُبَلِّغٍ أَوْعَى مِنْ سَامِعٍ.[3] ترجمہ: عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالی خوش و خرم رکھے اس انسان کو جو ہماری کوئی بات سنے اور اس کو اسی طرح آگے منتقل کر دے جیسے سنا، اس لیے کہ بہت سے وہ لوگ جن کو (حدیث) پہنچائی جائے گی وہ سامع سے زیادہ محفوظ کرنے والے ہوتے ہیں۔

چناں چہ یہ بات واضح ہے کہ صحابہ نے اس کا حیرت انگیز طور پر اہتمام کیا۔ اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کی ہر بات پر جان قربان کرنے کے لیے تیار تھے، ترغیب کے نتیجے میں اور زیادہ اہتمام کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قوتِ حافظہ:

حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب "الاصابہ" میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن الحکم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا اور انہیں بلا کر احادیث بیان کرنے کی درخواست کی، حضرت ابو ہریرہ نے بہت سی احادیث سنائیں، ایک کاتب ابو الزعزہ ان کو لکھتا رہا[4]، یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرۃ چلے گئے۔ عبد الملک نے اگلے سال انہیں پھر بلوایا اور ان سے کہا کہ جو احادیث آپ نے پچھلے سال لکھوائی تھیں، وہی احادیث اسی ترتیب کے ساتھ سنائیے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر احادیث سنانی

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

شروع کیں۔ کاتب اپنی کتاب سے ان کا مقابلہ کرتا رہا، کسی جگہ ایک حرف ایک نقطہ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں کی۔ انتہا یہ ہے کہ ترتیب بالکل وہی تھی، اور کوئی حدیث مقدم یا مؤخر نہیں ہوئی۔[5]

اس قسم کے حیرت انگیز واقعات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالی نے ان حضرات کو غیر معمولی حافظے صرف حفاظت حدیث کیلئے عطا فرمائے تھے، بلاشبہ ایسے حافظے حدیث کیلئے اتنے ہیقابل اعتماد ذرائع ہیں جیسی کتابت۔

تعامل الناس:

حفاظتِ حدیث کا دوسرا طریقہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین نے اختیار کیا تھا، وہ تعامل تھا، یعنی وہ آپ ﷺ کے اقوال وافعال پر مکمل طور پر عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے، بہت سے صحابہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کوئی عمل کیا اور اس کے بعد فرمایا: "هكذا رأيت رسول الله ﷺ يفعل، یہ طریقہ نہایت قابل اعتماد طریقہ ہے۔ اس لئے کہ جس بات پر انسان خود عمل کرے وہ ذہن میں "كالنقش على الحجر" پتھر پر لکیر ہوتی ہے۔[6]

کتابتِ حدیث:

احادیث کی حفاظت کتابت کے ذریعے سے بھی کی گئی، اور تاریخی طور پر کتابت حدیث کو چار مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

﴿1﴾ متفرق طور سے احادیث کو قلمبند کرنا۔

﴿2﴾ کسی ایک صحیفہ میں احادیث کو جمع کرنا، جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

﴿3﴾ احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب کے جمع کرنا۔

﴿4﴾ احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرتا۔

عہد رسالت اور عہد صحابہ میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں۔[7]

کتابتِ حدیث سے منع فرمانا:

منکرین حدیث عہد رسالت میں کتابتِ حدیث کو تسلیم نہیں کرتے اور مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عن أبي سعيد الخدري، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا تكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه۔[8] ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری طرف سے نہ لکھو، اور جس نے میری طرف سے قرآن مجید کے علاوہ لکھا ہے تو اس کو مٹادے۔

منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کتابتِ حدیث سے منع فرمانا، اس کی دلیل ہے کہ اس دور میں حدیثیں نہیں لکھی گئیں، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ احادیث حجت نہیں، ورنہ آپ ﷺ انہیں اہتمام کے ساتھ قلمبند فرماتے۔

جواب: لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت ابتداء اسلام میں تھی، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک قرآن کریم کسی ایک نسخہ میں مدون نہ ہوا تھا، بلکہ متفرق طور سے صحابہ کرام کے پاس لکھا ہوا تھا، دوسری طرف صحابہ کرام بھی ابھی تک اسلوب قرآن سے اتنے مانوس نہ تھے کہ وہ قرآن اور غیر قرآن میں پہلی نظر میں تمیز کر سکیں، ان حالات میں اگر احادیث بھیلکھی جاتیں تو خطرہ تھا کہ وہ قرآن کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتیں، اس خطرہ کے پیش نظر اور اس کے انسداد کیلئے آپ ﷺ نے کتابت حدیث کی ممانعت فرمادی۔ لیکن جب صحابہ کرام اسلوب قرآن سے پوریطرح مانوس ہو گئے، تو آپ نے کتابت حدیث کی اجازت بھی دیدی، جس کے متعدد واقعات کتبحدیث میں منقول ہیں۔[9]

امام نووی رحمہ اللہ کے نزدیک کتابت سے ممانعت کی توجیہ:

علامہ نووی نے منع کتابت حدیث کی ایک اور توجیہ ذکر کی ہے، اور وہ یہ کہ مطلقاً کتابت کسی بھی زمانہ میں ممنوع نہیں ہوئی، بلکہ بعض حضرات صحابہ ایسا کرتے تھے کہ آیات قرآنی لکھنے کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی تشریح وتفسیر بھی اسی جگہ لکھ لیا کرتے تھے، یہ صورت بڑی خطرناک تھی، کیونکہ اس سے آیات قرآنی کے ملتبس ہوجانے کا قوی اندیشہ تھا، اس لئے صرف اس صورت کی ممانعت کی گئی تھی، قرآن سے الگ احادیث لکھنے کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔

علامہ نووی کی یہ توجیہ بہت قرین قیاس ہے، اور اس کی تائید سنن نسائی کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے:عَنْ أَبِي يُونُسَ مَوْلَى عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَرَتْنِي عَائِشَةُ أَنْ أَكْتُبَ لَهَا مُصْحَفًا فَقَالَتْ إِذَا بَلَغْتَ هَذِهِ الْآيَةَ فَآذِنِّي حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى فَلَمَّا بَلَغْتُهَا آذَنْتُهَا فَأَمْلَتْ عَلَيَّ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ثُمَّ قَالَتْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔[10]ترجمہ:ابویونس سے روایت ہے جو کہ غلام تھے حضرت عائشہ صدیقہ (رض) کے۔ حضرت عائشہ صدیقہ (رض) نے مجھے حکم فرمایا ایک قرآن کریم کی کتابت کا اور فرمایا کہ جس وقت آیت کریمہ حٰفِظُوْا عَلَي الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى[11]تک پہنچ جاؤ تو مجھے بتلا دینا چنانچہ جس وقت میں آیت کریمہ پر پہنچا تو میں نے عرض کیا۔ انھوں نے اس طریقہ سے لکھوایا ہے" حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَصَلَاةِ الْعَصْرِ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ " یعنی تم لوگ حفاظت کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور نماز عصر کی اور پھر فرمایا میں نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس آیت کریمہ کو اسی طریقہ سے سنا ہے۔

اس روایت کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ایک غلام کو قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا، اور جب وہ اس آیت پر پہنچا۔حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطى تو حضرت عائشہ نے لفظ"وسطى "کے بعد"وصلوة العصر "بڑھانے کا حکم دیا، ظاہر ہے کہ لفظ العصر، قرآن کریم کا جز نہیں تھا، بلکہ بطور تشریح بڑھایا گیا تھا، اور اس زمانہ میں چونکہ متن اور تشریح میں امتیاز کی وہ علامات رائج نہیں تھیں جو بعد میں رائج ہوئیں، اس لئے لفظ العصر متن ہی کے ساتھ لکھ دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے صحابہ بھی آپ کی بیان فرمودہ تشریحات اسی طرح لکھ لیتے ہوں گے، ظاہر ہے کہ اگر اس رواج کو عام ہونے دیا جاتا، تو متن قرآن کی تعیین اور حفاظت ایک دردِ سر بن جاتی، درحقیقت ممانعتِ کتابتِ حدیث کے ذریعہ اس عظیم خطرہ کا سدباب کیا گیا تھا، لیکن قرآن کریم سے الگ احادیث لکھنے کا رواج ہر دور میں جاری رہا، چناں چہ عہد صحابہ میں حدیث کے کئی مجموعے جو ذاتی نوعیت کے تھے تیار ہو چکے تھے، اس کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں[12]۔

عہد رسالت میں کتابتِ حدیث کے واقعات:

سنن ترمذی میں کتابتِ حدیث پر مستقل باب:

جامع ترمذی میں امام ترمذی نے ابواب العلم میں اس پر ایک مستقل باب قائم کیا ہے،باب ماجاء في الرخصة فيه اور اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ:عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ يَجْلِسُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَسْمَعُ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَدِيثَ فَيُعْجِبُهُ وَلَا يَحْفَظُهُ فَشَكَا ذَلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَسْمَعُ مِنْكَ الْحَدِيثَ فَيُعْجِبُنِي وَلَا أَحْفَظُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعِنْ بِيَمِينِكَ وَأَوْمَأَ بِيَدِهِ لِلْخَطِّ۔[13]ترجمہ: حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ ایک انصاری رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مجلس میں بیٹھا کرتے اور احادیث سنتے تھے وہ انھیں بہت پسند کرتے لیکن یاد نہ رکھ سکتے تھے تو انھوں نے نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اس بات کی شکایت کی کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے حدیثیں سنتا ہوں مجھے وہ اچھی لگتی ہیں لیکن میں یاد نہیں رکھ سکتا۔ پس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

اس روایت مبارکہ میں آنحضرت ﷺ خود حکم فرما رہے ہیں کہ حدیث لکھا کرو۔ لہذا ممانعت کا تعلق عارضی وجوہات کے ساتھ تھا، مستقل اور کلی طور پر نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو مستقل لکھنے کا حکم فرمانا:

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں:عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كُنْتُ أَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ أَسْمَعُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ حِفْظَهُ فَنَهَتْنِي قُرَيْشٌ وَقَالُوا أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا فَأَمْسَكْتُ عَنْ الْكِتَابِ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَوْمَأَ بِأُصْبُعِهِ إِلَى فِيهِ فَقَالَ اكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ إِلَّا حَقٌّ۔[14]ترجمہ: عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جو باتیں سنا کرتا تھا انھیں لکھا کرتا تھا یاد کرنے لئے۔ لیکن مجھے قریش نے منع کیا اور کہنے لگے کہ تم حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہر بات کو جو سنتے ہو لکھ لیا کرتے ہو حالانکہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بشر ہیں (اور بشری تقاضا کی وجہ سے آپ کو غصہ بھی آتا ہے، خوشی کی حالت بھی ہوتی ہے) اور آپ کبھی غصہ میں اور کبھی خوشی کی حالت میں گفتگو کرتے ہیں لہذا میں نے کتابت سے ہاتھ روک لیا اور اس کا تذکرہ حضور

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کیا، حضور نے اپنی انگلیوں سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ لکھا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے سوائے حق بات کے اور کچھ نہیں نکلتی۔

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما سے روایت نقل کی گئی ہے جس میں آپ ﷺ نے علم کو لکھنے کا حکم فرمایا۔ چناں چہ روایت ہے: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «قَيِّدُوا الْعِلْمَ» قُلْتُ: وَمَا تَقْيِيدُهُ؟ قَالَ: «كِتَابَتُهُ» [15] ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم کو قید کرو، میں نے عرض کیا کہ اس کی تقیید کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو لکھنا۔

اس روایت میں علم کو لکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور حدیث علومِ عالیہ میں سے ہے، لہذا اس کو بھی لکھنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس لیے یہ روایت صاف طور پر کتابتِ حدیث پر دال ہے، ورنہ اس وقت اور کوئی علم نہیں تھا۔

ابوشاہ رضی اللہ عنہ کے لیے احادیث لکھوانا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ أَبُو شَاهٍ اكْتُبُوا لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اكْتُبُوا لِأَبِي شَاهٍ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَى شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ مِثْلَ هَذَا.[16] ترجمہ: حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک مرتبہ خطبہ دیا (پھر حضرت ابوہریرہ (رض) نے حدیث میں پورا قصہ ذکر کیا) کہ ایک شخص ابوشاہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! یہ خطبہ مجھ کو لکھوا دیجئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حکم دیا کہ ابوشاہ کو لکھ دو۔

اس قسم کی احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کسی اور عارض کی بناء پر تھی، اور جب وہ عارض مرتفع ہو گیا تو اس کی نہ صرف اجازت، بلکہ حکم دیا گیا۔

عہدِ صحابہ میں مرتب ہونے والے احادیث کے مجموعے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے زمانہ میں ہی کئی حضرات نے آنحضرت ﷺ سے سنی ہوئی احادیث مبارکہ کے مجموعے اور صحیفے (عربی زبان میں خود سے لکھے ہوئے مجموعے کو صحیفہ بھی کہہ دیتے ہیں) مرتب کر لیے تھے، اس سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے احادیث کو لکھنے کی ممانعت نہیں تھی۔ بلکہ اس کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔ عہد صحابہ کرام میں مرتب ہونے والے مجموعے درج ذیل ہیں:

الصحيفة الصادقة:

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے احادیث کا جو مجموعہ تیار کیا تھا اس کا نام "الصحيفة الصادقة" رکھا تھا، یہ عہد صحابہ کے حدیثی مجموعوں میں سب سے زیادہ ضخیم صحیفہ تھا، اس کی احادیث کی کل تعداد یقینی طور سے معلوم نہیں ہو سکی لیکن حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت سے جو صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے اس پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ فرماتے ہیں: " قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ مَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْهُ مِنِّي إِلَّا مَا كَانَ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَلَا أَكْتُبُ [17] ترجمہ: ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص حدیث کی روایت نہیں کرتا، مجھ میں اور عبداللہ میں یہ فرق ہے کہ وہ حضور کی حدیثیں لکھ لیا کرتے تھے اور میں زبانی یاد کرتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی احادیث حضرت ابوہریر رضی اللہ عنہ کی احادیث سے زیادہ تھیں، حضرت ابوہریرہ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چونسٹھ یا پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے، اور یہ صحیح قول دوسرا ہی ہے، لہذا ابن عمرو کی احادیث یقینا اس سے زیادہ ہوں گی۔

دوسری طرف حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا یہ ارشاد جو بحوالہ ابوداود پیچھے گذر چکا ہے: " كنت أكتب كل شيء أسمعه من رسول الله ﷺ[18]. اس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ " الصحيفة الصادقة" کی احادیث پانچ ہزار تین سو چونسٹھ سے زیادہ تھیں۔

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر کی مرویات جو مختلف کتب حدیث کے زریعہ ہم تک پہنچی ہیں، ان کی تعداد حضرت ابوہریرہ کی مرویات سے کم ہے، پھر حضرت ابوہریرہ نے یہ کیسے فرمایا کہ انہیں مجھ سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیثیں یاد ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ ساری حدیثیں دوسروں کے سامنے روایت بھی کی گئی ہوں، واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ مدینہ طیبہ میں تھے جو اس دور میں طالبان علم دین کا مرکز تھا، اس لئے انہیں روایت حدیث کے مواقع زیادہ ملے، اس کے برخلاف حضرت عبد اللہ بن عمرو شام میں رہے، جہاں حدیث کے طلباء کا اتنا رجوع نہ ہو سکا، اسی لئے باوجود یہ کہ انہیں احادیث زیادہ یاد تھیں ان کی مرویات کی تعداد حضرت ابوہرہ کی مرویات کی تعداد سے کم رہیں۔

بہر کیف صحیفہ صادقہ اس زمانے کا ایک ضخیم ترین مجموعہ حدیث تھا، اور حضرت عبد اللہ بن عمرو اسے نہایت حفاظت سے رکھتے تھے، ان کی وفات کے بعد یہ صحیفہ ان کے پڑپوتے حضرت عمرو بن شعیب کے پاس منتقل ہوا، جو اکثر "عن أبیه عن جده" کی سند سے احادیث روایت کرتے ہیں، بلکہ حافظ ابن حجر نے "تهذیب التهذیب" میں امام یحی ابن معین اور علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ جو حدیث بھی "عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده" کی سند سے آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ صحیفہ صدقہ کی حدیث ہے[19]۔

صحیفة حضرت علی رضی الله عنه :

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ قَالَ لَا إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ أَوْ فَهْمٌ أُعْطِيَهُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ قُلْتُ وَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ قَالَ الْعَقْلُ وَفَكَاكُ الْأَسِيرِ وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ[20] ترجمہ: ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی (رض) سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس قرآن کے علاوہ اور کوئی کتاب بھی ہے؟ حضرت علی فرمانے لگے نہیں، مگر اللہ کی کتاب ہے یا وہ سمجھ ہے، جو ایک مرد مسلمان کو دی جاتی ہے، یا وہ چند مسائل ہیں جو اس صحیفہ میں (لکھے ہوئے) ہیں، ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اس صحیفہ میں کیا (لکھا) ہے؟ کہا کہ دیت اور قیدی کے رہا کرنے کے احکام اور (یہ کہ) کوئی مسلمان کسی کافر کے عوض میں نہ مارا جائے۔

حضرت علی کا صحیفہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا، اور اس روایت کے متعدد الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بات اور معاقل، دیت، قصاص، احکام اہل ذمہ، نصاب زکوۃ اور مدینہ طیبہ کے حرم ہونے سے متعلق ارشادات نبوی ﷺ درج تھے[21]۔

کتاب الصدقه:

یہ ان احادیث کا مجموعہ تھا جو آنحضرت نے خود املاء کرائیں تھیں، اس میں زکوۃ وصدقات اور عشر وغیرہ کے احکام تھے، اور سنن ابی داؤد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ ﷺ نے اپنے عمال کو بھیجنے کیلئے لکھوائی تھی۔ لیکن ابھی آپ بھجوا نہ سکے تھے کہ آپ کیوفات ہوگئی، آپ کے بعد یہ کتاب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، پھر ان کے دو صاحبزادوں حضرت عبد اللہ اور عبید اللہ رضی اللہ عنھما کے پاس آئی، پھر ان سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے حاصل کرکے اس کی نقل کی اور ان سے حضرت سالم بن عبد اللہ کے پاس منتقل ہوئی، حضرت سالمسے امام ابن شہاب زہری رحمہا اللہ نے اسے حفظ کیا اور دوسروں کو پڑھایا[22]۔

صُحُفِ انس بن مالک رضی الله عنه:

عَنْ مَعْبَدِ بْنِ هِلَالٍ، قَالَ: كُنَّا إِذَا أَكْثَرْنَا عَلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْرَجَ إِلَيْنَا مَجَالًا عِنْدَهُ، فَقَالَ: «هَذِهِ سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبْتُهَا وَعَرَضْتُهَا عَلَيْهِ[23] ترجمہ: حضرت معبد بن ہلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ تکرار کرتے تو وہ ہمارے پاس دفتر نکال کر لاتے اور فرماتے: یہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، لکھا اور آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس حدیث کے کئی مجموعے تھے۔ جو انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سنے، ان کو لکھ کر محفوظ کیا اور پھر آنحضرت ﷺ کے سامنے پیش بھی کیا۔ یہ روایت اس سلسلے میں انتہائی اہمیت رکھتی ہے کہ صحابہ کرام اس درجہ حدیث کی حفاظت کا انتظام کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو اپنا کام دکھاتے بھی رہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ حدیث مبارکہ کتابت کے ساتھ بھی آنحضرت ﷺ کی نظر مبارک سے گذری ہے۔ لہذا اس کی حجیت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔

صحیفه عمرو بن حزم رضی الله عنه :

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کا عامل بنا کر بھیجا، تو ایک صحیفہ ان کے حوالہ کیا، جو آپ ﷺ کی احادیث پر مشتمل تھا، اور اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا، ابوداؤد وغیرہ میں اس صحیفہ کے جو اقتباسات آئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں طہارت، صلوۃ، زکوۃ، حج وعمرہ، جہاد، سیر ومغانم وغیرہ سے متعلق احادیث درج تھیں۔[24]

صحیفہ ابن عباس رضی اللہ عنہ:

طبقات ابن سعد میں حضرت کریب بن ابی مسلم کا جو ابن عباس کے مولی تھے، یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ انہیں حضرت ابن عباس کی کتابوں کا اتنا ذخیرہ ملا تھا جو پورے ایک اونٹ کا بوجھ تھا۔[25]

صحیفہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ:

علامہ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضله" میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود نے ایک کتاب نکالی اور فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں کہ یہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی ہے۔[26]

صحیفہ جابربن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ایک صحیفے کا تذکرہ کیا ہے۔ حضرت معمر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ: قال: رأيت قتادة قال لسعيد بن أبي عروبة أمسك علي المصحف فقرأ البقرة فلميخط حرفا فقال: يا أبا النضر لانا لصحيفة جابر احفظ مني لسورة البقرة [27]. ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں نے قتادہ کو دیکھا، وہ سعید بن عروبہ سے کہنے لگے کہ مصحف کو تھام لو، چنانچہ سورۃ البقرۃ پڑھی تو ایک حرف کی بھی غلطی نہیں لگی، فرمانے لگے اے ابونضر! صحیفہ جابر ہمیں سورۃ البقرۃ سے زیادہ یاد ہے۔

صحیفہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے بھی ایک مجموعہ مرتب فرمایا تھا، یہ آج بھی استنبول کے کتب خانہ میں موجود ہے، ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں: "حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کا مرتب کیا ہوا ایک مجموعہ آج بھی دستیاب ہے، اور استنبول کے کتب خانہ سعید علی پاشا میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔[28]"

صحف أبي ہريرة رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں حضرت حسن بن عمرو کے والد کا یہ واقعہ نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: تَحَدَّثْتُ عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ بِحَدِيثٍ فَأَنْكَرَهُ، فَقُلْتُ: إِنِّي قَدْ سَمِعْتُهُ مِنْكَ، قَالَ: «إِنْ كُنْتَ سَمِعْتَهُ مِنِّي، فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدِي» ، فَأَخَذَ بِيَدِي إِلَى بَيْتِهِ فَأَرَانَا كُتُبًا كَثِيرَةً مِنْ حَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَجَدَ ذَلِكَ الْحَدِيثَ فَقَالَ: «قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنِّي إِنْ كُنْتُ قَدْ حَدَّثْتُكَ بِهِ فَهُوَ مَكْتُوبٌ عِنْدِي» .[29] ترجمہ: میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث بیان کی، حضرت ابوہریرہ نے اس حدیث سے ناواقفیت کا اظہار فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ حدیث آپ ہی سے سنی ہے، اس پر حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہو گی تو میرے پاس لکھی ہوئی ہو گی، چنانچہ وہ کچھ کتابیں نکال کر لائے جن میں احادیث درج تھیں، ان میں تلاش کیا تو وہ حدیث مل گئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں۔ گویا اس سے پانچ ہزار تین سو چونسٹھ احادیث کے مکتوب ذخیرہ کا پتہ چلتا ہے۔

لیکن اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ کا یہ ارشاد پیچھے گذر چکا ہے کہ میں احادیث نہیں لکھا کرتا تھا، پھر اس روایت کیکیا توجیہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ عہد رسالت اور خلفاء کے ابتدائی دور میں احادیث نہیں لکھتے تھے لیکن آخری عمر میں یہ خیال ہوا ہو گا کہ کہیں میں ہی روایتیں بھول نہ جاؤں، اس لئے انھوں نے اپنی مرویات کو جمع کر دیا، لہذا کوئی تعارض نہ رہا[30]، چنانچہ حضرت ابوہریر کی طرف کئی صحیفے منسوب ہیں:

مسند أبي ہريرة رضی اللہ عنہ:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

امام ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز بن مروان نے مصر کی گورنری کے زمانہ میں کثیر بن مرہ کو خط لکھا کہ آپ کے پاس صحابہ کی روایت کردہ جتنی حدیثیں ہوں وہ سب میرے پاس بھیج دیجئے "إلا ما كان من حديث أبي هريرة فإنه عندنا[31]. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کی مرویات انکے پاس مکتوب شکل میں موجود تھیں۔

مؤلف بشیر بن نهیک:

حضرت بشیر بن نھیک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں۔امام داری نے نقل کیا ہے:قَالَ: " كُنْتُ أَكْتُبُ مَا أَسْمَعُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أُفَارِقَهُ، أَتَيْتُهُ بِكِتَابِهِ فَقَرَأْتُهُ عَلَيْهِ، وَقُلْتُ لَهُ: هَذَا سَمِعْتُ مِنْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ "[32]ترجمہ: وہ فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ حضرت ابو ہریرہ سے سنتا اسے لکھ لیتا تھا، بعد میں، میں نے یہ مجموعہ حضرت ابوہرہ کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے آپ سے سنی ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں (یعنی تصدیق فرمائی)۔

صحیفة عبد الملک بن مروان:

اس ذکر ما قبل میں آچکا ہے کہ عبد الملک بن مروانے امتحان کے طور پر حضرت ابوہریرہ کو بلا کر ان کی کچھ روایات لکھ لی تھیں[33]۔

صحیفه ہمام بن منبه:

حضرت ہمام بن منبہ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں، انھوں نے حضرت ابوہریرہ کی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جس کا نام امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں "الصحيفة الصحيحه"[34] ذکر کیا ہے، اور اس صحیفے کو مکمل طور پر مسند احمد میں نقل کر دیا ہے، امام مسلم بھی اپنی صحیح میں بہت سی احادیث اس صحیفہ کے واسطے سے لائے ہیں، جب وہ اس صحیفہ کی کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:"عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"[35] ترجمہ: ہمام بن منبہ نے روایت کرتے ہوئے کہا: یہ وہ حدیثیں ہیں جو ابوہریرہ (رض) نے ہمیں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے سنائیں، پھر انھوں نے کچھ احادیث ذکر کیں، ان میں سے ایک یہ ہے، کہا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بتایا۔

صحیفہ ہمام بن منبہ کے متعلق جدید تحقیق:

حسن اتفاق سے چند سال پہلے اس صحیفہ کا اصل مخطوطہ دریافت ہو گیا ہے، اس کا ایک نسخہ جرمنی میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے، دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ "مجمع علمی" میں۔ سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کر کے یہ صحیفہ شائع کر دیا ہے، اس میں ایک سو اڑتیس احادیثہیں، اور جب مسند احمد سے اس کا مقابلہ کیا گیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا[36]۔

یہ چند مثالیں اس بات کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں کتابتحدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا۔ یہاں ہم نے صرف بڑے مجموعوں کا ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ رسول کریم ﷺ نے جو انفرادیخطوط تحریر فرمائے یا کسی کو کوئی بات لکھ کر دی یا فرامین جاری کئے، وہ اس کے علاوہ ہیں، وہ بھی ہمارے لیے حدیث ہی ہیں، تقریبا 104 یا 105 خطوط کا تذکرہ ملتا ہے[37]، اور مطولات میں ان کی تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ تدوین حدیث کی یہ ساری کوششیں انفرادی نوعیت کی تھیں، اور سرکاری طور پر خلفاء ثلاثہ کے دور میں تدوین و اشاعت حدیث کا ایسا اہتمام نہیں ہوا جیسا کہ جمع قرآن کا ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں نے اپنے اپنے زمانوں میں یہ ارادہ کیا کہ قرآن کریم کی طرح احادیث کا ایک مجموعہ بھی سرکاری نگرانی میں تیار کرا دیا جائے، لیکن دونوں اس کام سے رک گئے، جس کی وجہ تھی کہ اس وقت تک قرآن کریم کا صرف ایک نسخہ سرکاری نگرانی میں تیار ہوا تھا، اگر حدیث کا کوئی مجموعہ بھی اس طرح تیار ہوتا تو تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کے ساتھ بعد کے مسلمانوں کا احترام و عقیدت، قریب قریب قرآن ہی کے درجہ میں ہو جاتا، اس کے علاوہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآن کریم کو فراموش کر کے اس کی حفاظت و اشاعت میں مشغول ہو جاتے، اسی خطرہ کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں کیا: ”إني كنت أردت أن أكتب السنن وأني ذكرت قوماكانوا قبلكم كتبوا كتبا فأكبوا عليها وتركوا كتاب الله"[38] "بیشک میں نے ارادہ کیا کہ سنتیں لکھ دوں، تو میں نے پہلی قوموں پر غور کیا کہ انہوں نے خود کتابیں لکھیں، انہی کتابوں پر جم گئے اور اللہ کی کتاب کو چھوڑ دیا"۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

منکرین حدیث حضرت عمر کے اس فیصلہ پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہیں، اور اسے حجیت حدیث کے خلاف دلیل بنانا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ دلیل بالکل بے بنیاد ہے، اول تو اس لئے کہحضرت عمرنے سرکاری سطح پر تدوین حدیث کی مخالفت کی تھی، انفرادی کتابت کی نہیں، چنانچہ اس زمانہمیں بہت سے صحابہ نے انفرادی طور پر احادیث لکھ رکھی تھیں، رہی وہ روایت جس میں مذکور ہے کہحضرت عمرنے صحابہ کرام کے جمع کئے ہوئے احادیث کے مجموعے کو نذر آتش کر دیا تھا، اور وہ صحابہ کو بکثرت روایت حدیث سے بھی منع فرماتے تھے، تو اس موضوع پر علامہ ابن عبد البرنے "جامع بیان العلم" میں تفصیلی بحث کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو یہ روایات ضعیف ہیں، چنانچہ علامہ ابن حزم نے "الاحکام" میں ان میں سے ہر ایک روایت پر جرح کرکے اس کے راویوں پر تنقید کی ہے۔ دوسرے اگر یہ روایات صحیح بھی ہوں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصل منشاء یہ تھا کہ روایات حدیث کے معاملے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا جائے، اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ اکثار روایت کے رجحان پر ابتداءمیں پابندی ہو، ورنہ جہاں تک احتیاط کے ساتھ روایت حدیث کا تعلق ہے حضرت عمرنہ صرف یہ کہ اس کے مخالف نہیں تھے، بلکہ اس کے داعی تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے عالم اسلام کے ہر صوبہ میں معلم روانہفرمائے، اور ان کا مقصد یہ بتایا کہ وہ لوگوں کو فرائض اور سنن کی تعلیم دیں، اور خود حضرت عمر سینکڑوںاحادیث کے راوی ہیں، آپ کی مرویات کی تعداد سات سو سے بھی اوپر ہے اور حافظ ابو نعیم اصفہانی نے تعدد طرق کو نکال کر ان کی روایت کردہ متون کی تعداد دو سو سے اوپر بیان کی ہے[39]۔

اس بات کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک خطبہ سے بھی ہوتی ہے کہ آپ سنن کی تعلیم کے داعی تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے "إزالة الخفاء" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ نقل کیا ہے: "سيأتى أقوام ينكرون بالرجموبالدجال وبالشفاعة وبعذاب القبر وبقوم يخرجون من النار بعد ما امتحشوا[40]." "عن قریب ایسی اقوام آئیں گی جو رجم، دجال، شفاعت، عذاب قبر اور جو لوگ کوئلہ ہونے کے بعد آگ سے نکالے جائیں گے کا انکار کریں گے "۔

ظاہر ہے کہ ان سب چیزوں کا ذکر صرف احادیث ہی میں ہے، لہذا محض ان کے تدوینحدیث پر آمادہ نہ ہونے یا اکثار فی الروایت سے منع کرنے سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ وہ حجیت حدیثکے مخالف تھے۔ پھر حضرت عثمان غنی کے دور میں بھی تدوین حدیث کا کام اسی مرحلہ میں رہا، جس مرحلہمیں شیخین کے عہد میں تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمات:

حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ابتدائی دور میں اکثار روایت کے مخالف تھے، اور اپنا صحیفہ حدیث بھیلوگوں کو بمشکل دکھاتے تھے، بلکہ اگر کوئی شخص حدیث بیان کرتا تو بسا اوقات قسم بھی لیتے تھے[41]۔ لیکن ان کے زمانہ میں عبد اللہ بن سباء کی سرکردگی میں عظیم فتنہ سبائی ظاہر ہوا، جو اسلام کے خلاف یہودیوں کی ایک سازش تھی، انہوں نے مسلمانوں میں گھل مل کر اسلام کو ختمکرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کیلئے دو کام ایک ساتھ شروع کیے: ایک یہ کہ لوگوں کو صحابہ کرام سے برگشتہ کیا جائے، دوسرے یہ کہ جھوٹی احادیث گھڑ کر ایک نیا نظامعقائد تیار کیا جائے، جس میں حضرت علیؓ کو تو الوہیت کے مقام تک پہنچا دیا گیا ہو، لیکن دوسرے صحابہ کے ایمان میں بھی شکوک پیدا کر دیئے ہوں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس فتنہ کا احساس اس وقت ہوا جب سبائی جماعت کے افراد مسلمانوں میں خوب اچھی طرح مل گئے۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے بھی اس فتنہ کے انسداد کی خاطر دو کام فرمائے۔ ایک طرف تو فضائل صحابہ کی اشاعتکی، اور دوسری طرف حدیث کے سلسلہ میں اپنا طرز عمل بدل دیا، اب اقلالِ روایت کے بجائے اکثارِ روایت کو اختیار فرمایا، جس کا طریقہ یہ تھا کہ بقول امام ابن سعد کے آپ منبر پر چڑھ جاتے اور یہ اعلان فرماتے: "مَنْ يَشْتَرِي عِلْمًا بِدِرْهَمٍ؟ فَاشْتَرَى الْحَارِثُ الْأَعْوَرُ صُحُفًا بِدِرْهَمٍ ثُمَّ جَاءَ بِهَا عَلِيًّا فَكَتَبَ لَهُ عِلْمًا كَثِيرًا"[42]. ترجمہ: کون مجھ سے علم خریدے گا ایک درہم کے عوض؟ تو حارث اعور نے ایک درہم کے صحف خریدے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائے، تو آپ نے اس کے لیے علم کثیر لکھ دیا۔

اس طرح حضرت علیؓ نے صحیح احادیث کو کثرت کے ساتھ روایت کرکے سبائی موضوعات کا مقابلہ فرمایا، چنانچہ آپ کے شاگردوں میں سے کئی حضرات کے پاس آپ کی روایت کردہ احادیث کے مجموعے تھے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی خدمات:

حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے تک کتابت حدیث اپنے پہلے دو مرحلوں میں تھی، لیکناب وہ وقت آچکا تھا کہ احادیث کی باقاعدہ تدوین ہو، کیونکہ اب قرآن کریم کے ساتھ اس کے اختلاطو التباس کا اندیشہ نہیں تھا، چنانچہ صحیح بخاری میں "باب كيف يقبض العلم" کے تحتتعلیقاً مروی ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے مدینہ طیبہ کے قاضی ابو بکر بن

JAHAN-E-TAHGEEQ ISSN Online: 2709-7625 ISSN Print: 2709-7617 Vol.5 No.1 2022

حزم کے نام ایک خط لکھا، جس میں ان کو حکم دیا: "انظر ما كان من حديث رسول اللهﷺفاكتبه فإني خفت دروس العلم وذهاب العلماء[43]"

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کی احادیث کو تلاش کرو اور لکھو، اس لیے کہ مجھے علم اور علماء کے چلے جانے کا اندیشہ ہے۔

مؤطا امام مالک میں بھی یہ خط مروی ہے اور اس میں احادیث نبوی کے ساتھ، سنتِ خلفاء راشدین کے جمع کرنے کا حکم بھی مذکور ہے، لیکن ان دونوں کتابوں میں یہ حکم صرف قاضي مدینہ کے نام آیا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں حافظ ابو نعیم اصفہانی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ یہ خط صرف قاضي مدینہ کے نام نہیں بلکہ مملکت کے ہر صوبہ کے قاضی کے نام بھیجا گیا تھا، اس کے الفاظ یہ ہیں: "كتب عمر بن عبد العزيز إلى الآفاق انظروا حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجمعوه"[44] ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز نے آفاق (تمام علاقے) کی طرف لکھ کر بھیجا کہ آپ ﷺ کی احادیث تلاش کرو اور ان کو جمع کر دو۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اپنی پوری قلمرو میں بڑے پیمانے پر تدوینِ حدیث کا کام شروع کیا تھا، چنانچہ آپ کے علم کے ماتحت پہلی صدی ہجری کے آخر میں مندرجہ ذیل کتب حدیث وجود میں آچکی تھیں:

1. **کتب ابی بکر:** قاضی ابو بکر کو جو حکم دیا گیا تھا، اس کے بارے میں علامہ ابن عبد البر نے اپنی کتاب "التمہید" میں امام مالک سے نقل کیا ہے کہ قاضی ابو بکر بن حزم نے حدیث کی کئی کتابیں جمع فرمائیں لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز کو بھیجی نہیں تھیں کہ ان کی وفات ہو گئی۔
2. **رسالہ سالم بن عبداللہ في الصدقات:** علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ خلفاء میں نقل کیا ہے کہ یہ رسالہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی فرمائش پر لکھا گیا تھا[45]۔
3. **دفاتر الزہری:** علامہ ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں امام زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہمیں عمر بن عبد العزیز نے تدوین حدیث یا سنن کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے (اور یہ واقعہ ہے کہ اس زمانے میں حضرت امام زہری سے زیادہ تدوین حدیث کی خدمت شاید ہی کسی نے انجام دی ہو) پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے مملکت کے ہر خطہ میں ان دفاتر میں سے ایک دفتر بھیج دیا۔
4. **کتاب السنن لمکحول:** یہ کتاب امام ابن مکحول نے تحریر فرمائی تھی، گویا اس کتاب کی تالیف سے کتابت حدیث اپنے چوتھے مرحلہ میں داخل ہوئی۔ علامہ ابن ندیم نے "الفہرست" میں اس کا ذکر کیا ہے، بظاہر یہ کتاب بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے فرمان کی تعمیل میں لکھی گئی کیونکہ حضرت مکحول ان کے زمانہ میں قاضی تھے[46]۔
5. **ابواب الشعبی:** یہ حضرت عامر بن شراحیلؒ کی تالیف ہے۔ علامہ سیوطی نے تدریب الراوی" میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ علم حدیث کی پہلی مبوّب کتاب ہے۔ حضرت شعبی چونکہ کوفہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے قاضی تھے، اس لئے بظاہر یہ کتاب بھی انہیکے ارشاد پر لکھی گئی ہے۔
حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات 101ھ میں ہوئی، لہذا یہ سب کتابیں اس سے پہلے لکھی جاچکی تھیں[47]۔

عہد صحابہ و تابعین میں مرتب ہونے والے مجموعوں کی تعداد:

پہلی صدی ہجری صحابہ کرام اور تابعین عظام نے کتابتِ حدیث کے سلسلے میں بہت وسیع اور مضبوط کام کیا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مندرجہ ذیل اقتباس سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے: "ہمارے ایک بہت محترم اور فاضل دوست ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی نے ایک کتاب انگریزی میں لکھی ہے آپ ضرور پڑھئے گا۔ اس کا نام **Studies in the Early Hadith Literature** ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے صحابہ کے لکھے ہوئے 48 مجموعوں کا تذکرہ کیا ہے.... ان 48 مجموعوں کے ساتھ انہوں نے تابعین کے زمانے کے کم و بیش 250 مجموعوں کا ذکر کیا ہے"[48]۔

معلوم ہوا کہ تقریباً تین سو کے قریب احادیث مبارکہ کی چھوٹی بڑی کتابیں صحابہ کرام اور ان کے شاگردوں نے ترتیب دی تھیں۔ جو ایک چھوٹا کتب خانہ بن سکتا ہے۔ ذرا تصور کریں کہ کس قدر عرق ریزی کے ساتھ محنت کی گئی ہے، اس کے بعد کسی بھی طرح کے شک کی کیا گنجائش باقی رہ سکتی ہے؟

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

دوسری صدی ہجری:

یہ مبوب طور پر مرتب ہونے والی کتب حدیث کی محض ابتدا تھی، دوسری صدی ہجری میں تدوین حدیث کا کام اورزیادہ قوت کے ساتھ شروع ہوا، اس دور میں جو کتب حدیث لکھی گئیں، ان کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہے، جن میں سے چند مشہور کتابیں یہ ہیں:

﴿1﴾**كتاب الآثار لابي حنيفه:** اس کتاب میں پہلی بار احادیث کو فقہی ترتیب پر مرتب کیا گیا علم حدیث میں اس کا پایہ بہت ہی بلند ہے، اور امام ابو حنیفہ نے چالیس ہزار احادیثمیں سے اس کا انتخاب فرمایاہے، ذكره الموفق في مناقب الامام أبي حنيفة، اس کتاب کے کئی نسخے ہیں: بروایت امام محمدؒ، بروایت امام ابویوسف، بروایت امام زفر، اور یہ کتاب مؤطاامام مالک سے زمانا متقدم ہے، ادہر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک نے امام ابو حنیفہ کی تالیفات سے استفادہ کیا، اس لئے یہ کتاب اپنی طرز تدوین میں مؤطا امام مالک کی اصل کی حیثیت رکھتی ہے، بہت سے علماء نے اس کی شروح لکھیں اور اس کے رجال پر کتابیں تصنیف کیں، جن میں حافظ ابن حجر بھی شامل ہیں۔ آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے۔[49]

یہاں ایک بات یہ بھی یاد رکھنی چاہیے کہ علم حدیث میں امام ابوحنیفہ کی براہ راست مرتب کردہ کتاب یہی کتاب الآثار ہے، اس کے علاوہ "مسند أبي حنيفة" کے نام سے جو مختلف کتابیں ملتی ہیں، وہ خود امام صاحب کی تالیف نہیں ہیں، بلکہ آپ کے بعد بہت سے حضرات محدثین نے آپ کی مسندات تیار کیں، ان میں حافظ ابن عقدہ، حافظ ابونعیم اصفہانی، حافظ ابن عدی، حافظ ابن عساکر مشہور ہیں، بعد میں علامہ خوارزمی نے ان تمام مسانید کو ایک مجموعہ میں یکجا کر دیا، جو جامع مسانید الامام الاعظم کے نام سے مشہور ہیں۔

﴿2﴾**المؤطأ للامام مالك:** امام مالک امام دارالہجرہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس کتاب کو اپنے زمانے میں أصح الكتب بعد كتاب الله کہا جاتا تھا، اس کے بعد یہ لقب صحیح بخاری کو ملا، اس لیے کہ اس میں مؤطا کی تقریباً تمام احادیث بے شمار دوسری احادیث کے ساتھ موجود ہیں۔[50]

﴿3﴾**جامع معمر بن راشد:** یہ بھی امام مالک کے ہم عصر ہیں، اور اپنے دور میں ان کی کتاب بہت مقبول ہوئی مگر آج کل نایاب ہے۔

﴿4﴾**جامع سفيان ثوري:** امام شافعی نے اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔

﴿5﴾**السنن لابن الجريج:** اسے سنن أبي الوليد بھی کہتے ہیں۔

﴿6﴾**السنن لوكيع بن الجراح**

﴿7﴾**كتاب الزهد لعبدالله بن المبارك۔**[51]

تیسری صدی ہجری میں تدوین حدیث:

اس صدی میں تدوین حدیث کا کام اپنے شباب کو پہنچ گیا، اسانید طویل ہو گئیں، ایک ایک حدیث کئی کئی طریقوں سے روایت کی گئی، اور علم کے پھیلاؤ کی وجہ سے فن حدیث پر لکھی ہوئی کتابیں نئی نئی ترتیب اور تبویب کے ساتھ وجود میں آنے لگیں، اور کتب حدیث کی بیس سے زیادہ قسمیں ہو گئیں۔ اسماء الرجال کے علم نے باقاعدہ صورت اختیار کرلی ، اور اس پر بھی متعدد کتابیں لکھی گئیں، اس دور میں صحاح ستہ کی تالیف ہوئی، جہاں تک صحاح ستہ کا تعلق ہے، یہاں اس کے تعارف کی ضرورت نہیں، ہر کتاب کی ابتداء میں اس کا تعارف موجود ہوتا ہے اور وہ مشہور و معروف ہیں۔ البتہ ان چند کتابوں کا تعارف کرانا مقصود ہے جو درسیات کے علاوہ ہیں اور علم حدیث میں ان کے حوالے کثرت سے آتے ہیں۔

1۔**مسند أبي داود طيالسي:** یہ ابوداود طیالسیؒ ہیں اور ان "ابوداؤد" سے مقدم ہیں جن کی سنن صحاح ستہ میں شامل ہے، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ کتاب مسانید میں سب سے پہلی مسند ہے، لیکن سچ یہ ہے کہ سب سے پہلی مسند "مسند عبید اللہ بن موسی" ہے، اور ابوداود طیالسی اگرچہ ان سے مقدم ہیں، لیکن ان کی مسند ان کی وفات کے بہت بعد، بعض خراسانی علماء نے ترتیب دیے، اور یہ اس وقت مرتب ہوئی جب "مسند عبد اللہ بن موسیٰ" وجود میں آچکی تھی۔

2۔**مسند احمد:** اسے جامع ترین مسند کہا گیا ہے، اس میں تقریباً چالیس ہزار حدیثیں ہیں جنہیں امام احمد نے ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے، امام احمد نے اپنی زندگی میں ان احادیث کو جمع تو کر لیا تھا لیکن ان کی ترتیب وتبویب نہ کر سکے تھے کہ وفات ہو گئی، آپکے بعد آپ کے جلیل القدر صاحبزادے عبد اللہ بن احمدؒ نے ان کی ترتیب و تہذیب کی، اور اس میں تقریباً دس ہزار احادیث کا اضافہ کیا، ان کے بعد حافظ ابو بکر قطیی نے بھی اس میں کچھ اضافے کیے، جنہیں زیادات المسند کہا جاتا ہے۔ مسند احمد

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی احادیث موجود ہیں، اور اس میں اختلاف ہے کہ کوئی موضوع حدیث بھی ہے یا نہیں؟ بہت عرصہ کے بعد بعض حضرات نے مسند احمد کو فقہی ابواب کی ترتیب کے مطابق بھی مرتب کیا ہے، متقدمین کی یہ کوششیں نایاب ہیں، البتہ الفتح الربانی کے نام سے مسند احمد کی ایک تبویب اب بھی موجود ہے۔[52]

3-مصنف عبدالرزاق: پہلے زمانے میں لفظ مصنف کا اطلاق اسی اصطلاحی مفہوم پر ہوتا تھا، جس کے لئے آج کل السنن کا لفظ معروف ہے، یہ مصنف امام عبد الرزاق ابن الہام الیمانی کی مرتب کردہ ہے اور کئی اعتبار سے بڑی جلیل القدر کتاب ہے، ایک تو اس لیے کہ عبد الرزاق امام ابو حنیفہ اور معمر بن راشد جیسے آئمہ کے شاگرد اور امام احمد جیسے آئمہ کے استاد ہیں، اسی لیے اس مصنف میں اکثر احادیث ملتی ہیں، دوسرے اس لیے کہ امام بخاری کی تصریح کے مطابق اس مصنف کی تمام حدیثیں صحیح ہیں[53]۔

4-مصنف أبی بکر بن أبی شیبه: یہ بھی امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ کے استاذ ہیں، اور ان کے مصنف کی پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اس میں صرف احادیث احکام کو فقہی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے، اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ کرام اور تابعین کے فتاوی بھی بکثرت منقول ہیں، اس کی وجہ سے اصول حنفیہ کے مطابق حدیث کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے، تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں امام موصوفؒ نے ہر مذہب کے مستدلات کو پوری غیر جانبداری کے ساتھ جمع کیا ہے، چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ امام ابو بکر جو کہ خود کوفی ہیں، اس لئے انھوں نے اہل عراق کے مسلک کو خوب اچھی طرح سمجھ کر بیان کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے مستدلات اس کتاب میں بکثرت پائے جاتے ہیں، اور اسی لیے علامہ زاہد الکوثر نے لکھا ہے: أحوج مایکون الفقیه إلیه کتاب ابن أبي شیبه[54].

5-المستدرک للحاکم: یہ کتاب مستدرک علی الصحیحین ہے، لیکن نقد احادیث کے معاملہ میں امام حاکم بہت زیادہ متساہل مشہور ہیں، اسی لئے انہوں نے بہت سی ایسی حدیثوں کو علی شرط الشیخین یا علی شرط احدہما سمجھ کر اپنی کتاب میں درج کر لیا ہے، جو در حقیقت بہت ضعیف ہیں، حافظ شمس الدین ذہبی نے اس کتاب پر ایک حاشیہ لکھا ہے، جس میں مستدرک کی تلخیص بھی ہے اور امام حاکم کی مسامحت پر تنبیہ بھی، یہ حاشیہ بھی مستدرک کے ساتھ حیدر آباد دکن سے چھپ گیا ہے، امام حاکم کے بارے میں بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ شیعہ تھے لیکن محققین نے اس الزام کو رد کر دیا ہے[55]۔

6-المعاجم للطبرانی: امام طبرانی کی معاجم تین قسم کی ہیں، کبیر، اوسط اور صغیر۔ معجم کبیر در حقیقت مسند ہے، یعنی اس میں صحابہ کی ترتیب کے مطابق روایتیں جمع کی گئی ہیں، اور معجم اوسط میں امام طبرانی نے اپنے شیوخ کی ترتیب سے روایات جمع کی ہیں، اور اس میں صرف اپنے شیوخ کے غرائب اور تفردات کو ہی جمع کیا ہے اور معجم صغیر میں اپنے ہر شیخ کی ایک ایک روایت ذکر کی ہے اور اس میں زیادہ تر انہی شیوخ کی روایات ہیں جن سے امام طبرانی نے صرف ایک روایت سنی ہے۔

7-مسند البزار: اسے "المسند الکبیر" بھی کہتے ہیں، یہ امام ابو بکر بزار کی تصنیف ہے، اور معلل ہے یعنی اس میں امام نے روایات کے اسباب قادحہ کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے، معلل کتابوں کا اصول یہ ہے کہ جس حدیث پر وہ خاموشی سے گزر جائیں، وہ ان کے نزدیک صحیح یا قابل عمل سمجھی جاتی ہے۔

8-مسند أبي یعلی: یہ کتاب مسند کے نام سے مشہور ہو گئی، حالاں کہ معجم ہے۔

9-مسند الدارمي: اس کتاب کو بھی اصطلاح کے خلاف مسند کہا گیا ہے، در حقیقت یہ سنن ہے۔

10-السنن الکبریٰ للبیہقي: یہ کتاب امام بیہقی نے فقہ شافعی کے مشہور متن مختصر المزني کی ترتیب پر جمع کی ہے[56] اور حیدر آباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

11-سنن الدارقطني: یہ کتاب ابواب فقہیہ پر مشتمل ہے، جس میں ہر حدیث کے طرق نہایت تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔[57]

خلاصہ:

دور نبوی ﷺ میں کسی شخص کی بات کو محفوظ رکھنے کے جتنے طریقے ممکن ہو سکتے تھے، حدیث مبارکہ کو ان تمام طریقوں کے ذریعے محفوظ کیا گیا ہے۔ وہ تین طریقے یہ ہیں: حفظ، کتابت اور تعامل۔

یہ تینوں طریقے دور اول سے آج تک چلے آرہے ہیں، کسی بھی زمانے میں ان میں انقطاع نہیں آیا۔ حفظ اور تعامل تو بالکل واضح ہیں، جن کے اثبات کی بھی ضرورت نہیں۔ کتابت کو بھی دورِ نبوی ﷺ سے تیسری صدی ہجری میں صحاح ستہ وغیرہ کے منظر عام پر آنے تک تحقیق سے ثابت کر دیا گیا ہے، کہ کبھی کوئی ایسا دور گذرا ہی نہیں کہ حدیث مبارکہ لکھ کر محفوظ نہ کی گئی ہو۔ اور تاریخ میں آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی شخصیت ایسی نہیں گذری جن کی بات کو محفوظ رکھنے کے لیے ایسی عظیم الشان محنت اور کوشش کی گئی ہو، جس میں دنیا کے لاکھوں بہترین دماغوں نے حصہ لیا ہو۔ اس کے باوجود بھی کوئی شک کرے تو ایسا ہے جیسے نصف النہار کے وقت روشن آفتاب کے وجود میں شک کرنا۔

[1] ڈاکٹر خالد علوی، **حفاظت حدیث**(لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 2015) ص83

[2] محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاری**، بَابُ قَتْلِ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،رقم4072

3مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی** ،ج 1، ص 30

[4] مناظر احسن گیلانی، **تدوین حدیث** (لاہور: المیزان ناشران وتاجران کتب) ص 73

[5] حافظ ابن حجر عسقلانی، **الاصابة فی تمییز الصحابه** (بیروت، دارالکتب العلمیة،1415ھ)، ج7، ص 353

[6] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی** ، ج 1، ص 35

[7] ایضا، ص 36

[8] مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**،باب التثبت في الحديث وحكم كتابة العلم ، رقم3004

[9] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 36

[10] احمد بن شعیب نسائی، **سنن نسائی**، کتاب الصلوة، باب المحافظة علی صلوة الوسطی،رقم472

[11] البقرة،238:2

[12] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 38

[13] ابوعیسی محمد ترمذی، **جامع ترمذی**،ابواب العلم، باب ماجاء في الرخصة فيه،رقم2666

[14] ابوداؤد سلیمان السجستانی، **سنن ابی داؤد**،کتاب العلم، باب فی کتاب العلم،رقم3646

[15] امام حاکم، **المستدرک علی الصحیحین للحاکم**، وَمِنْهُمْ يَحْيَى بْنُ أَبِي الْمُطَاعِ الْقُرَشِيُّ ،رقم362

[16] ابوعیسی محمد ترمذی، **جامع ترمذی**،ابواب العلم، باب ماجاء في الرخصة فيه،رقم2667

[17] محمد بن اسماعیل بخاری، **صحیح البخاری**،کتاب العلم، باب کتابة العلم، رقم 113

[18] ابوداؤد سلیمان السجستانی، **سنن ابی داؤد**،کتاب العلم، باب فی کتاب العلم،رقم3646

[19] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 39

[20] محمد بن اسماعیل، **صحیح البخاری**، کتاب العلم، باب کتابة العلم، رقم111

[21] ڈاکٹر خالد علوی، **حفاظت حدیث** (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب) ص 109

[22] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 39

[23] امام حاکم، **المستدرک علی الصحیحین للحاکم**، ذِكْرُ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْه،(المکتبة الشاملة)رقم6452

[24] ابن حجر عسقلانی، **الاصابة فی تمییز الصحابة** (بیروت: دارالکتب العلمیة، المکتبة الشاملة) ج4، ص512

[25] محمد ابن سعد، **الطبقات الکبری** (بیروت: دار صادر، شاملة) ،ج5، ص 293

[26] ابن عبدالبر، **جامع بیان العلم وفضله** ، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم، رقم 399

[27] محمد بن اسماعیل البخاری، **التاریخ الکبیر** (حیدرآباد: دائرة المعارف العثمانیة)، ج7 ، ص186

[28] محمود احمد غازی، **محاضرات حدیث** (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب،2010)، ص 277

[29] ابن عبدالبر، **جامع بیان العلم وفضله** ، باب ذکر الرخصة فی کتاب العلم، رقم 422

[30] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 41

[31] محمد ابن سعد، **الطبقات الکبری** (بیروت: دار صادر، 1968) ،ج7، ص 448

[32] امام عبدالرحمن دارمی، **سنن دارمی**، بَابُ مَنْ رَخَّصَ فِي كِتَابَةِ الْعِلْمِ،رقم511

[33] حافظ ابن حجر عسقلانی، **الاصابة فی تمییز الصحابه** (بیروت، دارالکتب العلمیة)، ج7، ص 353

[34] احمد بن حنبل، **مسند احمد** (قاہرہ: دارالحدیث،1995) ، ج8، ص182،180

[35] مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم** ،باب بیان الوسوسة فی الایمان، کتاب الایمان، رقم336

[36] مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 42

[37]محمود احمد غازی، **محاضرات حدیث**،ص 272

[38]شبیر احمد عثمانی، **فتح الملهم** (بیروت: داراحیاء التراث العربی،2006ء)، ج1، ص252

[39]مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 43

[40]ایضاً

[41]مناظر احسن گیلانی، **تدوین حدیث**(لاہور: المیزان ناشران و تاجران کتب، 2005) ص406

[42]محمد بن سعد، **الطبقات الکبری**، ج6، ص209

[43]محمد بن اسماعیل البخاری، **صحیح البخاری**،کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم

[44]ابن حجر عسقلانی، **فتح الباری** (بیروت:دارالمعرفة، 1379) ، ج 1، ص195

[45]جلال الدین سیوطی، **تاریخ الخلفاء** (المکتبة الشاملة)،ج1، ص173

[46]ابن ندیم محمد بن اسحاق، **الفہرست** (بیروت: دارالمعرفة،1997)،ج1، ص279

[47]مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص45

[48]محمود احمد غازی، **محاضرات حدیث**، ص 278

[49]ڈاکٹر خالد علوی، **حفاظت حدیث**، ص250

[50]ڈاکٹر خالد علوی، **حفاظت حدیث**،ص258

[51]مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص46

[52]ڈاکٹر خالد علوی، **حفاظت حدیث**،ص273

[53]مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص47

[54]ایضا، ص48

[55]ایضا

[56]ڈاکٹر خالد علوی، **حفاظت حدیث**، ص340

[57]مفتی تقی عثمانی، **درس ترمذی**،ج 1، ص 49